ڈاکٹر معین الدین عقیل*

جاپان میں اردو زبان وتدریس کا فروغ اور پروفیسر اسادا یوتاکا کی مثالی خدمات

Contribution of Prof. Asada Yutaka in Urdu language and teaching in Japan.

ABSTRACT

Contribution of Prof. Asada Yutaka in Urdu language and literature in Japan is quite remarkable throw its quality and standard. In fact, in Japan Urdu Language and literature is in practice not less than 150 years and contributing in Universities, like Tokyo University of Foreign Studies and Osaka University and later in Daito Bunka University, Saitama; and created a highly prominent atmosphere in studies and education in Urdu language there. Every year more a number of students passed their studies up to the level of graduation under their teachers who also had learnt Urdu language from their seniors and contributed in translating prominent and remarkable Urdu fiction and poetry into Japanese language. These efforts flourished Urdu language and literature in contemporary educational scenario and promote Urdu language in Japanese academic life. To promote this language the senior Japanese teachers tried also to edit and compile several Urdu-Japanese Dictionaries in different times to help students and teachers to learn Urdu language properly among them one was Prof. Asada who was also very active in compiling a few prominent dictionaries which helped Urdu language expanded among Japanese students and writers in Japan. Besides translating popular Urdu literature in Japanese language and compiling Urdu-Japanese dictionaries Prof. Asada wrote various articles about Urdu literature and about Pakistani life and culture for Japanese people in Japanese language. He also produced some very popular and prominent Urdu plays on stage every year for Japanese students and interested people to become familiar with Pakistani culture. His such efforts were quite familiar and effective accordingly so that not only the language became popular in Japanese students and society, but Japanese people were also becoming acquainted with Pakistani and Muslim life and culture.

---

* پروفیسر جامعہ کراچی

Few Key Words:

Tokyo University of Foreign Studies; Osaka; Daito Bunka; Japanese Language; Language Contribution; Urdu-Japanese Lexicography.

جاپان میں اردو زبان وتدریس کا فروغ اور پروفیسر اسادا یوتاکا کی مثالی خدمات

جاپان میں اردو زبان وادب کا استعمال اور فروغ کوئی آج کی بات نہیں یہ روایت کم و بیش ڈیڑھ سو سالوں پر محیط ہے ،جب کہ سرکاری سطح پر ٹوکیو میں وزارتِ خارجہ کے زیرِ انتظام قائم اسکول میں۱۸۷۲ء سے دیگر عالمی زبانوں کی طرح اردو زبان کے سکھانے پڑھانے کا بھی باقاعدہ انتظام رہا تاکہ یہاں وزارتِ خارجہ کے ملازمین زبانیں سیکھ کر ان زبانوں سے متعلق ممالک میں جاکر وزارتِ خارجہ کی متعین کردہ ذمے داریاں ادا کرسکیں اور انھیں وہاں کی زبان جاننے کی وجہ سے اپنی ذمے داریوں کے ادا کرنے میں دشواری نہ ہو اور وہ بہ سہولت اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ بعد میں ۱۸۹۹ء میں یہ اسکول ایک مستقل اسکول کی حیثیت اختیار کرگیا اوریہی اسکول اب بھی وہاں ٹوکیو میں وزارتِ خارجہ کے زیرِ انتظام قائم ہے لیکن اب اس روایت میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت اضافہ ہوتا رہا اور ۱۹۰۸ء میں اس میں ہندوستانی زبان یعنی اردو اور ہندی زبانوں کے ایک سالہ نصاب کے پڑھانے کا آغاز ہوا جو ترقی پاکر ۱۹۲۷ء میں چار سالہ نصاب کی صورت میں تبدیل کردیاگیا اور اس اسکول کو یونیورسٹی کی سطح پرترقی دے کر 'ٹوکیو یونیورسٹی اوف فورن اسٹڈیز' کی حیثیت دی گئی جو وہاں اُس وقت سے اب تک سرگرمِ تدریس ہے۔۱۹۰۹ء میں اس میں پہلے ہندوستانی استاد مولوی محمد برکت اللہ بھوپالی (۱۸۵۴ء-۱۹۲۷ء) جو ہندوستانی تحریکِ مجاہدین کے ایک رکن تھے اوربرطانوی حکومت کے خلاف جہاد کے تسلسل میں ہندوستان سے ہجرت کرکے امریکہ چلے گئے تھے ، وہاں سے کچھ عرصے کے لیے گھومتے گھامتے جاپان میں ٹوکیو آئے اور اس اسکول میں مدرس کے طور پر پڑھانے لگے اور پانچ سال تک یہ ذمے داری ادا کرتے رہے۔ان کے بعد ایک اور ہندوستانی استاد محمد بدرالاسلام فضلی اس ذمے داری پر فائز کیے گئے پھر نورالحسن برلاس نامی استاد نے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۸ء تک یہ خدمت انجام دی ۔انھوں نے تدریس کے ساتھ ساتھ اردو زبان اور ادب میں بھی خدمات کے لیے وقت نکالا اور شاہد احمد دہلوی (۱۹۰۶ء-۱۹۶۷ء) کے معروف رسالے 'ساقی' میں مستقلاً اپنی تخلیقات شائع کرنے کے لیے جاپان سے بھی بھیجنی شروع کیں اور 'ساقی' کی ادارت سے بھی منسلک رہے اور۱۹۳۵ء میں ایک نہایت عمدہ اور وقیع خاص شمارہ "جاپان نمبر" مرتب کیا جو اس موضوع پر اپنی نظیر آپ ثابت ہوا۔ بعد میں ایک عرصے تک اپنی ادبی و صحافیانہ خدمات کے ساتھ ساتھ مذکورہ جامعہ میں اردو تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ان کے ۱۹۴۷ء میں وطن واپسی کے بعد اس شعبے میں صرف جاپانی اساتذہ: آرگامو ، ڈوئی کیوبا، کرویاناگی یہ خدمت انجام دیتے رہے تاآں کہ سوزوکی تاکیشی، اسادا یوتاکا اور ہیروشی ہاگیتا شعبۂ اردو سے منسلک ہوئے۔ان میں سے پروفیسر سوزوکی تاکیشی ۲۰۰۵ء میں، اسادا یوتاکا ۲۰۰۸ء میں اور ہاگیتا ۲۰۲۱ء شعبۂ اردو سے سبک دوش ہوگئے۔یہاں ہمارا موضوع ان میں سے پروفیسر اسادا یوتاکا ہیں جن کا انتقال ۲۴/اکتوبر ۲۰۲۲ء کو ہوا ہے۔

'ٹوکیو یونیورسٹی اوف فورن اسٹڈیز' میں اردو زبان وادب اور تدریس کے فروغ کے لیے پروفیسر اسادا یوتاکا کی خدمات بہت منفرد اور غیر معمولی تھیں اور انھوں نے تدریس کے ساتھ ساتھ اردو ادب کے تعلق سے بیش بہا تصنیفی، تدوینی اور تراجم کی شکل میں خدمات انجام دیں، متعدد ادبی شاہکار کو جاپانی زبان میں ترجمہ بھی کیا تاکہ ان کے طلبہ کو عمدہ متون پڑھنے کے لیے میسر رہیں اور ہر سال وہ ایک شاہکار مختصراردو ڈرامے کو اپنے طلبہ کے ساتھ اسٹیج پر پیش کرتے تھے جو بے حد پسند کیا جاتا تھا۔ جاپان میں اور وہاں شعبۂ اردو میں ان کی مجموعی خدمات جاپان میں اوراردو زبان و ادب کی تاریخ میں اور ان کا کردار وہانہمیشہ یادگار رہے گا۔

۲۴/ اگست ۱۹۴۸ء ان کی تاریخ پیدائش تھی۔ مارچ ۱۹۷۴ء میں 'ٹوکیو یونیورسٹی اوف فورن اسٹڈیز' سے ایم اے کیا پھرمزید اردو پڑھنے کے لیے کراچی آئے اور یہاں جولائی ۱۹۷۴ء سے مارچ ۱۹۷۶ء تک کراچی یونیورسٹی میں سرٹیفیکیٹ نصاب کی تکمیل کی اور 'نیشنل کالج'کراچی سے بھی اسی مقصد سے منسلک ہوئے۔ یہیں کراچی کے دورانِ قیام اپریل ۱۹۷۴ء سے ستمبر ۱۹۷۸ء تک کراچی کے جاپانی قونصل خانے میں ملازمت کی۔ پھر وطن واپس ہوکر 'اوساکا یونیورسٹی' میں اکتوبر ۱۹۷۸ء سے ستمبر ۱۹۸۱ء تک اردوتدریس کی ذمے داری نبھائی۔ اس کے بعد سے اپنی سبکدوشی کی عمر ۲۰۰۸ء تک 'ٹوکیو یونیورسٹی اوف فورن اسٹڈیز' میں ایک سرگرم استاد کی طرح تدریسی ذمے داریاں ادا کرتے رہے اور تدریس کے ساتھ ساتھ شعبۂ اردو کی انتظامی اور نصابی و ہم نصابی سرگرمیاں بھی مستقلاً انجام دیتے رہے، جن میں سے ایک اہم اور مثالی ذمے داری یہ بھی تھی کہ اپنے شعبے کے طالبِ علموں سے ہر سال وسطِ میقات میں یونیورسٹی کے طلبہ کی سالانہ سرگرمیوں کے دوران ہفتۂ طلبہ کے تحت کسی معروف و ممتاز اردو ڈراما نگار کا لکھا ہوا ایک اردو ڈراما بھی اسٹیج پر پیش کرنے کا اہتمام کرتے جس کے لیے خود بھی کئی ماہ جزووقتی طور پر طلبہ کی رہنمائی ، ہدایات اور نگرانی کا فرض انجام دیتے اور کوشش کرتے کہ عمدگی سے ڈراما پیش کیاجاسکے تاکہ ایک بڑی تعداد میں آنے والے بیرونی مہمان بھی خوشی کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ سرگرمی تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ میں زبان کا فہم پیدا کرنے ،تلفظ اور ادائیگی کو فطری اور رواں کرنے کے لیے اور ڈرامے میں پیش کردہ ماحول اور کرداروں سے ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے نہایت مفید رہتی ہے اور جس کے سبب ڈرامے میں حصہ لینے والے طلبہ زبان کا حقیقی مفہوم سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کا محلِ استعمال بھی اچھی طرح سمجھنے کے لائق ہوجاتے ہیں۔ اسادا صاحب اس سرگرمی کو بڑے شوق و ذوق سے انجام دیتے جیسے خود کے لیے بھی یہ شغل بہت پسندیدہ ہو۔ یہ سرگرمی تو وہ اپنے طلبہ کے ساتھ انجام دیتے تھے لیکن بعد میں انھوں نے اپنے اس شوق کا ایک وسیع تر مظاہرہ ان اسٹیج ڈراموں کے توسط سے بھی کیا جو وہ نجی طور پر اپنے قائم کردہ 'اردوناٹک سبھا' کے تحت بڑے پیمانے پر پاکستان میں کراچی، لاہور، اسلام آباد میں اور بھارت میں دہلی، لکھنؤ، چندی گڑھ، بھوپال، علی گڑھ، بنگلور، بمبئی اور حیدرآباد میں ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء میں ذاتی اہتمام سے پیش کیے اور متعلقہ دل چسپی کے حلقوں اور ذرائع ابلاغ میں خاطر خواہ شہرت پائی۔

کراچی کے دورانِ قیام انھوں نے یہاں بھر پور وقت گزارا اور یہاں کی تہذیبی و ثقافتی سرگرمیوں، کھیل تماشوں، فلم بینی، اسٹیج ڈراموں اور محافلِ موسیقی میں بھی شرکت کو یقینی بناتے رہے۔ ساتھ ساتھ کتابوں کی جستجو اور مطالعہ بھی ان کا محبوب مشغلہ رہتا۔ **کتابوں** کی دکانوں

کے علاوہ بارہا ردی فروشوں اور پرانی کتابوں کے تاجروں کے پاس بھی وہ چکرلگالیتے تھے۔پسندیدہ کتابوں کا ایک چھوٹا سا ذخیرہ ان کے کمرے میں ہمیشہ نظر آتا جس میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی تھی۔ کراچی ہی کے دورانِ قیام انھوں نے یہاں شادی بھی کرلی۔ ان کی ایک جاپانی دوست ان سے ملنے کے لیے جاپان سے کراچی آئیں تو انھوں نے اسے شادی کی پیش کش کی چناں چہ انھوں نے طے کیا کہ شادی سادہ طریقے سے کسی اور ملک میں جاکر کریں گے اس لیے وہ ہانگ کونگ گئے اور وہاں شادی کے بندھن میں بندھ سارے حلقے سے ہوا۔ میہارو نے بھی کراچی میں بہت سرگرم وقت گزارا اور اسادا صاحب کے ساتھ اور کبھی تنہا بھی یہاں کی سرگرمیوں میں شریک رہیں۔پاکستانی خواتین سے وہ بہت جلد بے تکلف ہوگئیں۔ شادی یا کراچی آنے سے قبل وہ ٹوکیو کے ایک اسکول میں فرانسیسی زبان پڑھاتی تھی اور فرانسیسی زبان پر خاصی دسترس رکھتی تھیں۔ زبان آموزی سے انھیں دل چسپی بھی تھی اور زبانیں سیکھنے کی صلاحیت بھی ایسی تھی کہ یہاں رہتے ہوئے انھوں نے اردو زبان بھی سیکھنی شروع کی اور چند مہینوں ہی میں خاصا درک حاصل کرلیا اور روانی سے بولنے، لکھنے اور استعمال کرنے لگیں۔اس طرح ان دونوں میاں بیوی نے کراچی کی تہذیبی و معاشرتی زندگی میں جو بھرپور وقت گزارا اور یہاں اپنے دوست بنائے وہ ابھی تک انھیں یاد کرتے ہیں۔کراچی سے واپس جاکر اسادا صاحب تو یونیورسٹیوں سے منسلک رہ کر پیشہ ورانہ تدریسی اور تحقیقی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے اور ان کی بیگم میہارو پھر اپنے سابقہ اسکول میں فرانسیسی پڑھانے میں مصروف ہوگئیں۔

اسادا صاحب کی مذکورہ دل چسپیوں اور تخلیقی ادب کے انتخابات و تراجم کے ساتھ ساتھ تحقیقی ذوق کی نشاندہی بھی کرتا ہے جب انھوں نے عملی تحقیقی سرگرمیوں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا، اور ایسی تدوینی و حوالہ جاتی کوششیں کیں جیسے:''عہد برطانیہ کے پاکستان اور بھارت میں اردو کے ادبی رسائل''، ۱۹۸۸ء؛ ''پاکستان اور جاپان میں کتابوں کے بازاروں کا سروے''ے۱، ۱۹۸۸ء؛ ''پاکستان میں علاقائی زبانوں کی تحریکات''ے۲، ۱۹۹۱ء؛'' جاپان میں مطالعات پاکستان کی کتابیات''ے۳، ۱۹۹۳ء؛ اور'' جنوبی ایشیا پر دستیاب مآخذ کا ایک سروے''ے۴، ۱۹۹۷ء اور ۱۹۹۹ء؛یہ ان کی ایسی کوششیں تھیں جن کے طفیل جاپان میں اردو زبان اور مطالعاتِ پاکستان کے موضوعات پر مطالعہ و تحقیق کو یقیناً بہت مدد ملتی ہوگی کہ یہ سارے کام مآخذ کی نشاندہی سے متعلق ہیں جو تحقیقات و مطالعات کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔

اپنے طلبہ کے لیے اس طرح کی عملی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے ذاتی مشغلے کے طور پر تصنیف و تالیف اور خاص طور پر تراجم میں بھی بے حد مستعدی سے حصہ لیا اور متعدد اردو شاہکار اور متون کے ترجمے جاپانی زبان میں کرنے کے علاوہ جاپانی زبان میں کچھ حوالہ جاتی مآخذ بھی مرتب کیے جیسے:''پاکستان کے بارے میں برقی نمائشی تصاویر(Slides) کا ایک کیٹیلاگ''ے۵ مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۲ء میں مرتب و شائع کیا؛ ''جنوب مشرق اور جنوبی ایشیا کے علاقائی اٹلس''۱۹۹۱ء میں مرتب و شائع کروایا ے۶؛۱۹۹۴ء میں ''پاکستان کے بارے میں ایک حوالہ جاتی مآخذ''ے۷ شائع کیا۔ ان حوالہ جاتی کتب کے علاوہ اردو ادب کے تعلق سے کیے جانے والے کاموں میں ''اردو کی منتخب کہانیوں کا ایک انتخاب'' ۱۹۸۴ء میں مرتب و شائع کیا ے۸، یہ اہتمام اگرچہ اسادا صاحب نے شروع کیا تھا لیکن

پھر اسے شعبۂ اردو ہی نے اختیار کرلیا اور شعبے کے اساتذہ نے مل کر:منتخب اردو ادب: "فساداتی ادب" ۹،۱۹۸۴ء؛ منتخب اردو ادب "عورتوں کا ادب' ۱۰ے، ۱۹۸۶ء؛ منتخب اردو ادب:"طنز و مزاح" ۱۱ے، ۱۹۸۷ء؛ منتخب اردو ادب: "اردو ڈرامے "۱۲ے، ۱۹۹۰ء، جیسے مجموعے مرتب و شائع کیے؛اسی سلسلے میں اردو غزل کی تاریخ کو منتخب اور نمائندہ شعرا کے حوالے سے ایک ارتقائی صورت میں ڈرامائی انداز سے تحریر کیا جو ایک منفرد صورت میں اردو غزل کو اس کے منتخب شعرا کے حوالے سے"اردو غزل کی کہانی' کے طور پر پیش کرتی ہے۔اس تاریخ میں امیر خسرو سے آغاز کیا گیاہے پھر قلی قطب شاہ،میرتقی میر،جعفر زٹلی، میر درد، نظیر اکبر آبادی، انشااللہ خان انشا، مومن خاں مومن، ابراہیم ذوق، مرزا غالب پر یہ تاریخ مکمل ہوجاتی ہے۔ڈراما نگاری کے طرز میں شعرا کے انفرادی تعارف کے بعد ایک مختصر لیکن جامع تعارف ہر ایک شاعر کا اس طرح پیش کیاگیاہے کہ مختصراً ساری بنیادی اور ضروری معلومات ہر شاعر کے بارے میں سامنے آجاتی ہیں ۱۳ے۔

ان کے علاوہ اردو ادب کاایک شاہکار متن "باغ و بہار" از میر امن دہلوی کو، جسےاردو سے جاپانی میں پروفیسر آر گامو نے منتقل کیاتھا، اس کا ترمیمی ایڈیشن پروفیسر اسادا نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا ۱۴ے؛لغت نویسی کے ذیل میں پروفیسر سوزوکی تاکیشی کے ساتھ مل کر "اردو زبان میں مشترک ۶۰۰۰ الفاظ" کی ایک لغت مرتب کی جو ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی ۱۵ے۔پھر ۱۹۹۲ء میں پروفیسر سوزوکی صاحب ہی کے اشتراک سے جیبی سائز کی "ایک مختصرجاپانی- اردو لغت" بھی مرتب کی ۱۶ے جو وہاں اساتذہ اور طلبہ کے لیے اردو زبان سیکھنے اور سکھانے کے لیے ایک بڑا سہارا ہے۔

تدریس کے لیےان ماٰخذ کی جمع و ترتیب کے ساتھ ساتھ اور ڈراما یا تمثیل نگاری کے اپنے ذوق و شوق اور تدریسی ضرورتوں کے ضمن میں انھوں نے بعض معروف تخلیقات کے متون کو مرتب کرنے میں بھی دل چسپی لی ہے "خدا کی بستی" کے متن کو ۱۹۸۸ء میں جاپانی زبان میں مرتب کیا، اردو فلم "مرزا غالب"(پیش کردہ ہدایت کار گلزار) کو ۱۹۹۱ء میں؛"اردو غزل کے موضوع پر ایک ڈرامائی تشکیل بطرز مکالمہ:"اردو غزل کی کہانی" تحریر کی، جسے ۱۹۹۲ء میں یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے پیش کیا گیا؛اسی سلسلے میں اردو کے معروف و مقبول ناول 'امراؤ جان ادا' کی ڈرامائی تشکیل کی گئی اور'شطرنج کے کھلاڑی'، 'پاکیزہ'،'حنا'، 'مغلِ اعظم'، 'آگ' جیسی مقبول و معروف فلموں کو بھی ان کے جاپانی ترجموں کے ساتھ طلبہ کو دکھایا گیا۔ قوالی بھی اسادا صاحب کی توجہ میں رہی اور اس کی شاعری اور اس کی پیش کش بھی ان کے جائزے اور مطالعے کا موضوع بنی رہی۔اس مقصد کے لیے انھوں نے منتخب مزاروں کی زیارت بھی کی اور ان کے تعلق سےاپنے تاثرات بھی قلم بند کیے۔ان کے مضامین: 'The Poetry of Qawali' مشمولہ:Dance and Songs of the Asian Spirit، ٹوکیو ۱۹۸۷ء، ۱۷ے، اور Indian Qawali: Sufi Music in the Subsubcontinent ۱۸ے،ٹوکیو ۱۹۸۸ء ان کی ایسی کاوشوں کی مثالیں ہیں؛ اس کے عملی تجربے کے لیے اسادا صاحب نے ہندوستان اور پاکستان کے دورانِ قیام کئی در گاہوں کی زیارت بھی کی اور وہاں وقت بھی گزارا۔

اسادا صاحب کے تخصیصی دل چسپی کے موضوعات میں، جن پر انھوں نے دورانِ تدریس خاصی دل چسپی لی اوران پر لکھنے لکھانے کی کوششیں کیں، اردو زبان و ادب سرِفہرست رہے اور ساتھ ہی جنوبی ایشیا میں اسلامی تہذیب و ثقافت بھی ان کی دل چسپی میں شامل رہے۔چناں چہ ان کے مقالات و مضامین، جو انھوں نے جاپانی زبان میں تحریر کیے،ان کےان ہی موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنوبی ایشیا اور اردو زبان و ادب پر جو مضامین انھوں نے لکھے ان میں اردو کی قدیم ومعروف کلاسیکی تصنیف:'سب رس' کا اسلوبیاتی مطالعہ بھی شامل ہے جو On the Prose Allegory Sab Ras کے عنوان سے Journal of Indian and Buddhist Studies ۱۹ے میں شائع ہوا۔اردو زبان کے قدیم روپ 'دکنی زبان' پر ان کاایک تعارفی نوعیت کا مضمون ہے جو: Journal of Indian and Buddhist Studies،۲۰ے میں شائع ہوا ؛دکنی زبان ہی پرایک اور مضمون 'جدید دکنی زبان' پر لکھا تھا جس میں انھوں نے اردو کے جدید افسانوں سے منتخب کیے گئے الفاظ کو بطور مثال درج کیا۔لگتاہے دکنی زبان سے انھیں خاصی دل چسپی رہی چناں چہ انھوں نے ایک مختصر لغت :Dakhini، 'سان سیندو لسانی لغت'، جلد دوم ۲۱ے ، دکنی کے علاوہ خود اردو زبان پر چند مختصر مضامین انھوں نے مختلف قاموسوں اور مجموعوں میں تحریر کیے، جیسے Hand Book of Islamic Studies(1995) ، Languages of the World,(1999)، The Pocket Encyclopedia of Languages of the World (1993)؛ اردو غزل بھی ان کی دچسپی کا مرکز رہی ،چناں چہ جب وہ پاکستان اور بھارت میں قیام کے دوران غزل گوئی کی محفلوں میں بالاستعیاب شریک ہوتے اور لطف اندوز ہوتے تو ان سے ان کا متاثر ہونا فطری تھا۔چناں چہ ان کے مضامین: Tradition of the Love Lyric Ghazal، مشمولہ.: Tokyo Kobundo, 1989؛ اور Evolution of the Ghazal Singing in India and Pakistan (1990) ؛وہ چند مثالیں ہیں ان مضامین کی جو انھوں نے مختلف رسائل و جرائد میں لکھے تھے اور جن میں سے بعض انگریزی میں بھی ہیں۔اسی ضمن میں ان کا مضمون: Tradition of the Love Lyric Ghazal مشمولہ.: We Want to Know More about India ۲۲ے، ٹوکیو ۱۹۸۹ء ایک عمدہ تعارفی مضمون ہے ،جاپانی افراد کے لیے۔

حوالہ جاتی نوعیت کے اپنے کاموں میں اسادا صاحب نے معرف رسالے'عالمگیر" کا ایک اشاریہ: Research on Urbanization in South Asia in the Islamic and British Period، بھی ترتیب دیاتھا جو ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ۲۳ے۔ایک اور حوالہ جاتی کام: Two Library Sources of India: Raza Library Rampur and Khuda Bakhsh Library، مرتب کیا جو Journal of the Japanese Association for South Asian Studies، میں شامل ہے ۲۴ے۔

اس طرح کے متنوع موضوعات پر اسادا صاحب نے چھوٹے بڑے متعدد مضامین جاپانی اور انگریزی زبانوں میں تحریر کیے جو مجلوں اور مجموعوں میں شائع ہوتے رہے۔ایک خاصی مستعدی سے انھوں نے عملی تحقیق کے منصوبوں میں بھی حصہ لیا جن میں سے زیادہ تر کا تعلق اردو زبان ہی سے ہے جیسے 'پاکستان کی علاقائی زبانوں کے مسائل اور تنازعات'؛' اردو رسائل کا جائزہ جو بھارت اور پاکستان میں معروف رہے ہیں'؛'جاپان میں پاکستان اسٹڈیز کی کتابیات '؛' پاکستان میں لسانی تنازعات کا جائزہ'؛اور 'پاکستان میں پاکستانی زبانوں میں موجود مآخذِ تحقیق کا جائزہ'۔اس طرح کے ان کے کاموں کی یہ چند مثالیں ہیں۔

ایک مزید بڑا کام اسادا صاحب نے یہ بھی کیا، جس کا علم اردو جاننے والوں کو شاید نہیں ہے کہ انھوں نے اردو کے ادبی شاہ کار یا نمائندہ ادبی کتابوں کے تراجم جاپانی زبان میں بھی کیے ہیں۔جیسے اردو افسانوں میں سے غلام عباس، کرشن چندر، عصمت چغتائی، واجدہ تبسم، شاہد احمد دہلوی، قدرت اللہ شہاب ان تخلیق کاروں میں سے چند ہیں جن کی تخلیقات کا اسادا صاحب نے وقتاً فوقتاً اردو سے جاپانی زبان میں ترجمہ کیا۔ پنجابی تاریخ و تہذیب سے متعلق ایک ضخیم حوالہ جاتی تصنیف:'یادگارِ چشتی' از نور احمد چشتی کا جاپانی ترجمہ اور اس پر حواشی بھی انھوں نے تحریر کیے جو پنجاب کی ثقافتی تاریخ کے معاون مواد پر مشتمل ہے۔

راقم کو ان کی رحلت کے سانحے پر بے حد دکھ ہے اور ان کے ساتھ ۱۹۶۸ءسے اب تک قائم ہونے والے تعلقات کبھی فراموش نہ ہوسکیں گے۔ جاپان میں بھی سات آٹھ سال ان کے ساتھ بہت خوش گوار وقت گزرا تھا اور باہم مل کر چند ادبی منصوبے بھی کامیابی کے ساتھ مکمل کرنے کا یادگار موقع بھی میسر آیا تھاجومیری اپنی زندگی کے ناقابلِ فراموش تجربات میں شامل ہے۔

حواشی

۱۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۸ء
۲۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۱ء
۳۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۳ء
۴۔مطبوعہ ۱۹۹۷ءاور ۱۹۹۹ء
۵۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۲ء
۶۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۱ء؛ اس کی مزید اشاعت ۲۰۰۰ء میں ہوئی
۷۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۴ء
۸۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۴ء
۹۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۴ء
۱۰۔مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۶ء

۱۱- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۷ء

۱۲- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۰ء

۱۳- مطبوعہ ٹوکیو، ۱۹۹۲ء

۱۴- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۰ء

۱۵- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۰ء

۱۶- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۲ء

۱۷- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۷ء

۱۸- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۸ء

۱۹- شمارہ ۲، جلد ۲۳، ۱۹۷۵ء

۲۰ - شمارہ ۳۴، جلد ۲، ۱۹۸۶ء، ص ۹۳۵-۹۴۰

۲۱- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۹ء

۲۲- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۸۹ء

۲۳- مطبوعہ ٹوکیو ۱۹۹۰ء

۲۴ - شمارہ ۱۹۹۰، ۲ء، ص ۱۵۶-۱۶۳